انگریزی زبان اور ہماری تعلیمی پالیسی

مسلم سجاد

تعلیمی پالیسی کے سلسلے میں صوبہ پنجاب اور اب حال ہی میں صوبہ سندھ کے 'پہلی جماعت سے انگریزی زبان کی لازمی تدریس کے فیصلہ نے قومی سطح پر طبقاتی تعلیم کی سلگتی ہوئی کیفیت کی طرف توجہ مبذول کرادی ہے۔ اس فیصلہ کے جواز میں معصومانہ انداز سے یہی کہا گیا ہے کہ "اس سے طبقاتی تعلیم کا خاتمہ ہو گا اور عام سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے نونہال بھی انگریزی میڈیم اور پبلک اسکولوں کے طلبہ سے برابری کا مقابلہ کر سکیں گے"۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں یہ ایک روایت بن گئی ہے کہ آیندہ نسلوں پر اثرانداز ہونے والے اہم قومی فیصلے ایک انتظامی حکم نامے سے نافذ کر دیے جاتے ہیں اور جمہوری اداروں میں کھلی بحث کے ذریعے اتفاق رائے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ چنانچہ اب ساری بحث فیصلہ ہو جانے کے بعد ہو رہی ہے۔

ایک غیرملکی زبان کو یہ اہمیت دینا کہ ہمارے پانچ 'پانچ سال کے بچے روزانہ چند گھنٹے اس کے لیے وقف کریں 'کوئی معمولی فیصلہ نہیں ہے۔ یہ فیصلہ محض کسی ایک صوبے کے محکمہ تعلیم سے متعلق نہیں ہے 'بلکہ پورے ملک کے حال اور مستقبل سے متعلق ہے۔ اس سے مستقبل کے رُخ کا تعین ہو رہا ہے۔ اس کے اثرات آنے والی نسلوں پر پڑیں گے۔ اگر ہماری تعلیم میں دلچسپی لینے والی بیرونی ایجنسیوں نے یہ فیصلہ ہمارے ذمہ داروں سے ہاتھ پکڑ کر نہیں کروایا ہے 'بلکہ آزاد مرضی اور خوشی سے کیا گیا ہے 'تو اس پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

یہ فیصلہ کہنے کو تو ایک علیحدہ فیصلہ ہے 'لیکن دراصل تین مسائل سے مربوط ہے:

۱۔ قومی زبان کو سرکاری زبان بنانا '

۲۔ قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا '

۳۔ انگریزی کی لازمی تدریس کا اطمینان بخش انتظام کرنا۔

اس فیصلے کے مضمرات کو ان مسائل سے الگ کر کے نہیں سمجھا جاسکتا۔

پس منظر

آزادی حاصل کرنے کے ۴۸ ویں سال بھی ہم ان مسائل سے کیوں دوچار ہیں؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آزادی کی لڑائی مسلم عوام نے تو منزل کے واضح مقصد کے ساتھ دل و جان سے لڑی تھی' لیکن ملک کی باگ ڈور جس گروہ کے ہاتھ میں آئی' وہ اپنے سابقہ آقاؤں کا ذہنی غلام تھا۔ اسے مسلمان عوام کی آرزوؤں کا ادراک نہ تھا' یا ان کی تکمیل کو وہ اپنے مفادات کے خلاف سمجھتا تھا۔

عوام اتنے شعور اور طاقت سے محروم تھے کہ حکمرانوں کو اپنی منزل کی طرف چلنے پر مجبور کر دیں' یا ان کو بدل دیں۔ تعمیرِ نو کے لیے تعلیم اہم ترین شعبہ تھا' لیکن یہ سب سے بڑھ کر کسمپرسی کا شکار رہا ہے۔ منزل کے شعور کے ساتھ تعلیمی حکمت عملی بنائی جاتی اور پُرعزم ارادوں سے اس پر عمل کیا جاتا' تو دس پندرہ سال ہی میں ترقی اور خوشحالی ہمارے قدم چومتی' اور اقوام عالم میں ہمارا اتنا نمایاں مقام ہوتا کہ ہماری مثال دی جاتی۔

اس حکمت عملی کا ایک بنیادی ستون' قومی زبان کو اختیار کرنا تھا۔ اس کو اختیار کرنا نوآبادیاتی استعمار کی غلامی سے آزادی کا اعلان ہوتا' اور ہم غلامی کے ورثے کو جھٹک کر آگے بڑھ سکتے تھے۔ اگر ہمیں اپنے تشخص کا شعور ہوتا تو ہم اس پر کوئی سمجھوتہ نہ کرتے۔ ۱۹۵۶ کے دستور کے بعد یہ قدم اٹھالیا جاتا' تو ایک نئے دور کا آغاز ہو جاتا' لیکن یہ نہ ہوا اور انگریزی کی بالادستی قائم رہی۔ ۱۹۷۳ کے دستور میں دفعہ ۲۵۱ کے تحت ۱۵ سال کی مدت دی گئی تھی' کہ اردو کو سرکاری زبان کے طور پر اختیار کر لیا جائے گا۔ یہ مدت تیاری اور تبدیلی کے لیے کافی مدت تھی لیکن ۱۹۸۸ آیا اور گزر گیا' کسی نے دستور کی اس شق کی خلاف ورزی کا نوٹس تک نہ لیا۔ ہمارے ملک کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ قومی دباؤ کے تحت دکھاوے کے لیے فیصلے کا اعلان تو کر دیں' لیکن عملی اقدامات نہ کریں اور بات وہیں کی وہیں رہے۔

ملازمتوں' دفتروں اور عدالتوں کی زبان انگریزی رہے اور ذریعہ تعلیم اردو ہو جائے' یہ عملاً ممکن نہ تھا' نہ ایسا ہو سکا۔ ۱۹۷۹ میں سال بہ سال ہر پہلی کلاس سے اردو کو اختیار کرنے اور بالآخر ۱۹۸۹ سے میٹرک کی سطح تک بالکلیہ اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کا فیصلہ تو کیا گیا لیکن نہ تو اسے نافذ کیا گیا اور نہ اردو کو سرکاری زبان کے طور پر اختیار کرنے کے لیے کوئی ایک بھی اقدام کیا گیا۔ عملاً یہ ہوا کہ انگریزی کی برتری' اور کامیاب زندگی کے لیے اس کا کلید ہونا برقرار رہا۔ ۱۹۸۳ میں غیر ملکی امتحانات کے لیے

انگریزی ذریعہ تعلیم کی اجازت دے کر چور دروازہ کھولا گیا اور اپنے فیصلے کی خود ہی نفی کر دی گئی۔ پھر جب سرکاری زبان کی ضرورت پورا کرنے کے لیے انگریزی میڈیم اسکولوں کی فصل اگنے لگی ' تو کہا گیا کہ "ہم کیا کریں ' لوگ ہی اپنے بچے انگریزی میڈیم اسکولوں میں داخل کرواتے ہیں"۔

ایک نیا قدم پرائمری تعلیم کے لیے مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کا اٹھا دیا گیا۔ اس پر تیز رفتاری سے عمل بھی شروع ہو گیا۔ صوبہ سندھ کی حد تک تو یہ پہلے ہی رائج تھا 'لیکن اب صوبہ سرحد ' صوبہ بلوچستان میں بھی مادری زبانوں میں قاعدوں کی تیاری اور اساتذہ کی تربیت شروع ہو گئی۔ البتہ صوبہ پنجاب نے سرِدست اس فیصلے کو تسلیم نہیں کیا ہے۔

نفاذ کا طریقِ کار

اردو ذریعہ تعلیم کو کامیابی سے نافذ کرنے کا طریقہ تو بہت صاف اور سیدھا ہے ' اور یہ اس انگریز سے سیکھا جاسکتا تھا جس کی زبان ہمارے بالا دست طبقہ سے چھوٹتی نہیں ہے۔ انگریز نے اس ملک میں انگریزی کو کس طرح نافذ کیا؟ اس نے ہماری فارسی کو بے قیمت کر کے 'ملازمت اور کامیابی کو انگریزی سے منسلک کر دیا۔ اگر قومی قیادت اردو کو واقعتاً نافذ کرنا چاہے ' تو وہ آسانی سے اسے یہ مقام دے سکتی ہے کہ ملازمت ' عزت اور کامیابی اردو سے ملے ' انگریزی سے نہیں۔ پھر کون انگریزی میڈیم اسکولوں میں داخلوں کے لیے بڑی بڑی فیسیں دے گا۔ لیکن پوری پالیسی تو انگریزی کی بالادستی کی ہو اور لوگ اردو میڈیم میں اپنے بچوں کو پڑھوائیں ' یہ کیسے ممکن ہے؟

موجودہ صورتِ حال

اس وقت جو صورتِ حال ہے ' وہ اس قوم کے ساتھ ایک سنگین مذاق کی حیثیت رکھتی ہے۔ سہولت ' مقبولیت اور رابطہ کی زبان ہونے کی حیثیت سے اردو اپنا راستہ خود بنا رہی ہے ' لیکن سرکاری طور پر اسے اختیار نہیں کیا جا رہا ہے۔ دستوری تقاضے کو بھی کوئی وقعت نہیں دی جا رہی ہے۔ اگر انگریزی کے حق میں اور اردو کے خلاف یہی دلیل ہے کہ سائنسی علوم کے لیے انگریزی ناگزیر ہے ' تو انگریزی کو اسی حد تک محدود کر کے دیگر قومی مقاصد کے لیے اردو کو اختیار کر لیا جاتا ' تو بھی صورتِ حال مختلف ہوتی۔ لیکن اس وقت حال یہ ہے کہ تعلیم یافتہ ہونے کا مطلب ہی انگریزی تعلیم یافتہ ہونا ہے۔

پورا نظام ایسا بنا دیا گیا ہے کہ جسے انگریزی نہیں آتی وہ خود ہی احساسِ کمتری کا شکار ہو کر پیچھے چلا جائے ' اور احساسِ محرومی کا شکار رہے۔ یہ کیسا ظالمانہ نظامِ تعلیم ہے کہ خود اپنی قومی زبان کی بے توقیری کرتا ہے اور غیر ملکی زبان کو عزت و کامیابی کی کلید قرار دیتا ہے۔ ایک مخصوص طبقہ اسی کے ذریعے

اپنا طبقاتی تفوق برقرار رکھتے ہوئے حاکم بنا ہوا ہے اور دوسرے محکوموں میں شمار ہوتے ہیں۔

حکومت پنجاب کا فیصلہ

اس پس منظر میں حکومت صوبہ پنجاب کے فیصلہ کا نظری اور عملی پہلوؤں سے جائزہ لیا جائے تو اس کے دُوررَس منفی مضمرات سامنے آتے ہیں۔ یقیناً اس کے ذریعہ انگریزی کو پہلی جماعت سے ذریعہ تعلیم ہی نہیں بنایا گیا ہے 'بلکہ اس سے انگریزی کی بالادستی کو 'جس کا ایک مظہر انگریزی ذریعہ تعلیم ہے ' تقویت حاصل ہوئی ہے۔ اس فیصلے کے جواز میں معصومانہ انداز میں یہ کہا گیا ہے کہ "طبقاتی تفریق کو ختم کرنے کے لیے سب ہی کو برابر کی انگریزی آنا چاہیے"۔ گویا تفریق ختم کرنے کا راستہ یہ نظر آیا ہے کہ لاکھوں بچوں کو 'جن کی اپنی زبان اور شناخت ہے ' ابتدا ہی سے ایک اجنبی زبان کے حوالے کر دینے کا ظلم کیا جائے 'لیکن یہ نہ کیا جائے کہ چند ہزار افراد کو قومی زبان میں تعلیم دی جائے اور ملک کا ماحول اور پالیسیاں ایسی بنائی جائیں کہ جن میں سب کو برابر کے مواقع ملیں۔

یہ فیصلہ کیو ں ؟

ہم کچھ دیر کے لیے فرض کر لیتے ہیں کہ یہ فیصلہ کرنے والوں کی واقعی نیت یہ ہے کہ قوم کے سب ہی بچے انگریزی سیکھ کر مقابلے میں برابری حاصل کر سکیں۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قوم کے مستقبل سے کھیلنے والے یہ حضرات ' قوموں کی زندگی میں زبان کی اہمیت سے واقف ہیں؟ کیا مسئلہ صرف مقابلے کے لیے امتحانات میں کم یا زیادہ نمبر لینے کا ہے 'یا اپنی پوری قوم کی تہذیب اور ثقافت کی بقا اور نئی نسل کو اس کی منتقلی اور اجنبی اور غیر تصورات اور اقدار سے بچاؤ کا ہے۔ جب کوئی ملک فتح کیا جاتا ہے تو اس پر سب سے بڑا ظلم یہ کیا جاتا ہے کہ اسے اس کی زبان سے محروم کر دیا جائے۔ فرانسیسی ' ولندیزی ' اطالوی ' برطانوی اور روسی مقبوضات میں ہر جگہ نوآبادیاتی طاقت نے یہی پالیسی اختیار کی کہ اپنی زبان کو رائج کر کے مفتوح قوم میں اس کی تاریخ ' ثقافت ' تہذیب اور اقدار سے کاٹ دیا۔

لیکن ہم کیسی آزاد قوم ہیں کہ اپنی زبان رکھنے کے باوجود مختلف بہانوں سے ایک اجنبی ' غیر اور استعمار کی زبان کو برقرار غالب اور بالادست رکھنا چاہتے ہیں۔ اس زبان کو اس کے مقام پر رکھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے 'لیکن اس کی خاطر اپنی پوری تعلیم کا ناس مار لینا ' اپنی نئی نسل کو معذور بنا دینا ' اور اگر معاشرے میں دوسرے قومی رجحانات کسر پوری نہ کر رہے ہوں تو انھیں اپنے دین و مذہب سے بیگانہ کر دینا ' یہ کس طرح کی پالیسی ہے۔

مستقبل کا لائحہ عمل

مستقبل کے لیے ہمارا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے اور لائحہ عمل میں پہلی جماعت سے لازمی انگریزی کا کیا کوئی مقام ہے؟

انگریزی ذریعہ تعلیم

کیا ہم پورے ملک میں انگریزی ذریعہ تعلیم نافذ کر سکتے ہیں؟ قطع نظر اس کے کہ یہ ممکن العمل نہیں ہے' جب انگریزی ہماری اپنی زبان نہیں' تو انگریزی بطور ذریعہ تعلیم کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ہم اپنے بچوں کو مختلف مضامین' ایک اجنبی زبان میں پڑھوا کر ان پر ناروا دہرا بوجھ کیوں ڈالیں۔ وہ مضمون کا علم حاصل کریں' یا اصطلاحات کے تراجم کرتے رہ جائیں۔ اس طرح تو تخلیقی صلاحیتیں ٹھٹھر جائیں گی۔ دنیا کے کتنے ہی ملک ہیں' جن کی سرکاری زبان اور ذریعہ تعلیم ان کی قومی زبان ہے اور وہ کامیاب ہیں۔ وہ ترقی کے راستے پر برابر آگے بڑھ رہے ہیں اور انگریزی میڈیم میں تعلیم نہ دینے سے زوال کا شکار نہیں ہو گئے ہیں۔

قومی زبان ، سرکاری زبان

حقیقت یہ ہے کہ قومی بقا' خوشگوار مستقبل اور ۲۱ویں صدی میں باعزت داخلے کے حوالے سے ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے۔ وہ یہ کہ جو مثبت فیصلے کیے گئے ہیں' ان پر خلوص سے عمل کیا جائے۔ قومی زبان کو سرکاری زبان بنانے کے لیے دستوری عہد کا ایفا ہونا چاہیے۔

اگر ۱۹۸۹ تک' میٹرک کی سطح تک اردو ذریعہ تعلیم کا فیصلہ قائم رہتا اور آگے بڑھایا جاتا' تو آج اعلیٰ تعلیم بھی اردو میں ہی دی جا رہی ہوتی۔ اب اگر دفاتر میں' عدالتوں میں' بنکوں میں اور مقابلہ کے امتحانوں میں قومی زبان رائج کر دی جائے' تو انگریزی میڈیم کے تعلیمی ادارے قانوناً بند کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی' وہ اپنی موت آپ مرجائیں گے۔

اردو ذریعہ تعلیم

کہا جاتا ہے کہ "اردو کی نشوونما اس سطح تک نہیں ہے کہ وہ امورِ مملکت چلانے اور علوم کی تحصیل کا ذریعہ بن سکے"۔ اس کا حل یہی ہے کہ اردو کو بے توجہی کا شکار بنانے کے بجائے اس پر ہر طرح کے وسائل لگائے جائیں' اور اگر کوئی کمی ہے تو اسے پورا کیا جائے۔ اس سلسلے میں کئی کوششیں کی گئی ہیں' لیکن انھیں عملاً اختیار نہیں کیا گیا۔ یکسوئی سے اردو کو اپنانے کی پالیسی اختیار کرنے سے پورے ملک میں فروغِ علم کی مہم میں جان پڑ جائے گی۔ خواندگی کی مہم جو آج تک کامیاب نہیں ہوئی ہے' اسے عوام

ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔جب اردو میں مستقبل نظر آئے گا اور وہ ممکن الحصول بھی ہوگی' تو سب اس کی طرف دوڑیں گے۔یوں یہ زبان ان کے لیے علم کا' اخلاق اور تہذیب کا اور ملک کے شہری کی حیثیت سے اپنا مقام حاصل کرنے کا وسیلہ بن جائے گی۔

انگریزی کا مقام

انگریزی کی جتنی ضرورت ہے' اسے اسی تک محدود رکھا جائے۔اگر سرکاری زبان اردو ہو جائے' تو آسانی سے انٹر کی سطح تک انگریزی کے بغیر بھی تعلیم اور مہارت کا مطلوبہ معیار دیا جاسکتا ہے جنھیں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ہے' علوم میں ایم اے اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنا ہے' ان کے لیے انگریزی کی مطلوبہ قابلیت حاصل کرنا لازمی قرار دیا جاسکتا ہے'جس طرح امریکہ اور برطانیہ میں پی ایچ ڈی کے لیے دو زبانیں جاننا ضروری ہوتا ہے۔اس کے لیے اعلیٰ درجہ کے خصوصی کورسوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اس وقت ملک میں انگریزی کی تدریس کی کیا صورت حال ہے؟جن کو بھی واسطہ پڑتا ہے' وہ اس سے متفق ہوں گے کہ یہ لیاقت اس سے بہت زیادہ نہیں (بلکہ بہت ہی کم ہے) جو چھ ماہ یا ایک سال کے ڈائریکٹ سمسٹر کے جز وقتی کورس سے پیدا ہوتی ہے۔ہم اس قابلیت کے لیے' جسے صرف اعلیٰ تعلیم کے حصول میں مفید ہونا ہے' تمام طالب علموں کو ذہنی خلجان' پریشانی' ناکامی کے خدشوں' دیگر مضامین پر کم توجہ' احساس کمتری اور ترک تعلیم جیسے اندیشوں سے کیوں گزاریں۔

اگر حکومت انگریزی کی افادیت کی اتنی ہی قائل ہے جس کا اظہار کیا جاتا ہے' اور اسے طبقاتی برتری کا ہتھیار بنا کر نہیں رکھنا چاہتی 'تو اخلاص کا تقاضا ہے کہ درج ذیل اقدامات کی طرف توجہ دے:

۱۔ ثانوی مراحل پر اور اس کے بعد انگریزی کی جو لازمی تدریس جاری ہے'اس کے انتہائی غیر اطمینان بخش ہونے کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ تدریس کے لیے وقت کم ہے یا استاد موجود نہیں ہیں' یا طلبہ پہلی جماعت سے پڑھتے ہوئے نہیں آرہے۔۵ سال تک روزانہ ایک بلکہ دو پریڈ انگریزی کی لازمی تدریس مطلوبہ قابلیت کیوں پیدا نہیں کر رہی ہے؟اس مسئلے پر سوچ بچار کر کے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔پہلی جماعت سے انگریزی لازمی کر کے جو ناروا بوجھ اپنے اور اپنے بچوں پر ڈالا جا رہا ہے' اس کے نتائج موجودہ تعلیم سے بھی بدتر ہوں گے۔بہتر ہے کہ اس کے وسائل مطلوبہ مراحل میں انگریزی کی تدریس' معیاری اور اطمینان بخش بنانے پر صرف کیے جائیں۔

۲۔ انگریزی سکھانے کے کورس انتہائی نفع بخش کاروبار بنے ہوئے ہیں'کیونکہ انگریزی ہی کی مارکیٹ ویلیو ہے۔بی اے کیا ہوا بھی ضرورت مند ہوتا ہے'کہ اس طرح کا کورس کرے۔سرکاری

زبان انگریزی نہ رہنے سے ان کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے جتنی انگریزی ضروری ہے ' اس کے لیے کورس خود حکومت کو اور یونیورسٹیوں کو منظم کرنا چاہییں اور بہت بڑے پیمانے پر کرنا چاہییں۔ یقیناً پہلی جماعت سے انگریزی لازمی کرنے کے مقابلے میں نتائج کے لحاظ سے یہ بہتر سرمایہ کاری ہوگی۔ اس سے ضرورت بھی پوری ہوگی اور استحصالی ذہنیت کی حوصلہ شکنی بھی ہوگی۔

۲۔ سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر بہت بڑے پیمانے پر اردو تراجم کا سلسلہ شروع ہونا چاہیے۔ سائنسی 'علمی اور دیگر کتابیں یا مقالے انگریزی' جرمن 'چینی' جاپانی اور روسی سب زبانوں میں مسلسل آرہے ہیں اور ہمارے بیشتر اہلِ علم بھی ان سے نابلد رہتے ہیں۔ بہت سے ممالک انگریزی پڑھانے کے بجائے اسی طرح اپنی علمی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ آپ ' اردو کو ذریعہ تعلیم بنائیں ' تعلیم کو عام کریں اور تراجم خوب کریں اور پھیلائیں ' تو معاشرہ کی علمی سطح میں حقیقی اضافہ ہوگا۔

حالیہ فیصلہ کے اثرات

اگر حکومت انگریزی کو اعلیٰ تعلیم کے لیے ناگزیر سمجھتی ' تو اس کے لیے اصل اقدامات درج بالا ہوتے۔ لیکن اس نے ایک بالکل الٹی سمت میں یہ فیصلہ کر ڈالا ہے کہ پہلی جماعت سے انگریزی کی لازمی تدریس ہو۔ اس کے نفاذ سے کیا حاصل ہوگا:

۱۔ پرائمری تعلیم کی موجودہ کیفیت کوئی راز نہیں ہے۔ کتنے ہی پنجسالہ منصوبے گزر گئے ' لیکن پرائمری اسکول میں ۵ کلاسوں کے لیے ۲ یا ۳ اساتذہ فراہم کرنے کا منصوبہ تشنہ تکمیل ہی رہا۔ پرائمری اسکولوں کی چار دیواری اور ان کمروں کے لیے بیرونی امداد بھی لی گئی لیکن بے شمار اسکولوں کو چھت بھی میسر نہیں ہے۔ بیشتر اساتذہ کا معیار اور تدریس میں عدم دلچسپی بھی ایک کھلا راز ہے۔ ان حالات میں وہ اساتذہ جو خود انگریزی کے دو جملے نہ صحیح سمجھ سکتے ہیں ' نہ بول سکتے ہیں ' نہ لکھ سکتے ہیں ' نہ انھیں انگریزی کی تدریس کی تربیت ملی ہے اور اکثر بی اے ' ایم اے پاس کا یہی حال ہے ' وہ کیسی انگریزی پڑھائیں گے ' یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ کہا جا رہا ہے کہ اس منصوبے کے لیے وسائل فراہم کیے جا رہے ہیں ' اساتذہ کو تربیت بھی دی جائے گی ' نئی بھرتی بھی ہوگی ' لیکن ماضی میں اس طرح کے تجربے کچھ کم نہیں ہوئے ہیں ' کہ یہ سب وسائل بالآخر ضائع ہو جائیں گے اور قوم اپنے لیڈروں کی غلطیوں کی سزا پائے گی۔

۳۔ طلبہ پر اس کے کیا اثرات ہوں گے؟ کیا ان پانچ سال کی محنت سے انگریزی میں کچھ شدبد حاصل ہو جائے گی؟ اس وقت بھی جو خوش قسمت بچے (تقریباً ۵۰ فی صد) پرائمری اسکول میں پہنچ جاتے ہیں ' ان میں سے نصف سے زاید پانچویں تک پہنچنے کے دوران تعلیم ترک کر دیتے ہیں۔ یہ شرح

انگریزی تدریس کے بعد لازماً تیز رفتاری سے بڑھے گی۔

۴۔ جہاں خواندگی مسئلہ ہو' بچے کو پرائمری اسکول میں لانا مسئلہ ہو' وہ اردو میں (بلکہ مادری زبان میں) پڑھنے بھی نہ آتا ہو' وہاں جب انگریزی بھی پڑھائی جائے گی (اور جیسی کچھ بھی پڑھائی جائے گی) تو اس سے لازمی طور پر انگریزی کی دہشت اور رعب میں اضافہ ہو گا اور طبقاتی تفریق کی آگ کے لیے مزید ایندھن فراہم ہو گا۔

۵۔ یہ تو اعداد و شمار ہی بتائیں گے کہ پرائمری میں داخلہ لینے والوں میں سے کتنے اعلیٰ تعلیم کے مدارج تک جاتے ہیں کہ جنھیں واقعی انگریزی کی ضرورت ہو گی۔ اس وقت ملک بھر کی یونیورسٹیوں میں طلبہ کی تعداد شاید ایک لاکھ سے زاید نہ ہو گی۔ صرف چند فی ہزار کے لیے لاکھوں بچوں پر یہ ظلم کس لیے؟

۶۔ اس پوری مشق کے' بلکہ مشقِ ستم سے ناکامی کے بعد' کمتری کے احساس میں اضافہ ہو گا' احساسِ محرومی بڑھے گا' یہ سب کے سامنے ہے۔

یہ حقائق جو سب کو نظر آ رہے ہیں' صوبہ پنجاب کے ذمہ داران تعلیم سے بھی پوشیدہ نہیں ہوں گے۔ مگر وہ جانتے بوجھتے یہ کیوں کر رہے ہیں؟ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کہا تو یہ جا رہا ہے کہ "غریبوں کو سب کے برابر لانے کے لیے یہ کیا گیا ہے"۔ لیکن لگتا ہے کہ یہ صرف غریبوں کے منہ بند کرنے کے لیے کیا گیا ہے' تاکہ انھیں یہ کہا جا سکے کہ اب تو تمھارے لیے بھی انتظام ہے' اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں اردو کی نذر کر کے پیچھے ڈال دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا گزارشات کی روشنی میں مستقبل کا لائحہ عمل طے کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہماری قیادت مغرب کی ذہنی' ثقافتی' سیاسی اور معاشی غلامی سے نجات پا لے' اور اسے اپنے دین و مذہب اور اپنی تہذیب و ثقافت کے حوالے سے اپنی شناخت اور ترقی کا احساس ہو جائے تو اسے یہی لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ لیکن اگر وہ ایسی پالیسیاں ہی اختیار کریں کہ موجودہ صورت حال برقرار رہے' تو ملک کے ہر بہی خواہ کا فرض ہے کہ وہ میدان میں آئے اور اس صورت حال کو تبدیل کرنے میں اپنا حصہ ادا کرے۔